The Late Rev.Maulavi Sultan Muhammad Khan Paul
Arabic Professor, Forman Christian College Lahore

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Why I Love the Christian Religion?

By

Rev.Haji.Mulawi.Sultan Muhammad Khan Paul Afghani

مسیحی مذہب مجھے کیوں پیارا ہے ؟

از

پادری حاجی مولوی سلطان محمد خان پال افغان

فاضل عربی

یہ وہ ایڈریس ہے جو پادری صاحب موصوف نے اُخوت اندریاسیہ کے دسویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۔وائی ۔ ایم ۔ سی ۔ اے ۔ لاہور میں کانفرنس مذاہب میں پڑھ کر سنایا اور جسے

اُخوت اندریاسیہ پنجاب لاہور

فائدہ عام کی غرض سے شائع کیا

۱۹۳۸

www.muhammadanism.org
(Urdu)
September.16.2004

فہرس

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	یہ محبت کا مذہب ہے:	۱
	مواخات	۳
۲	نجات	۵
۳	خداشناسی	۸
	خدا کی صفات	۸
	ثبوت وجودِ خالق	۱۱
	نتیجہ	۱۳
۴	انسانی قدرومنزلت	۱۴
	اعمال اور نیت	۱۵
	خدا کی مرضی	۱۶
	خلقت اور غایت	۱۶

مسیحی مذہب مجھے کیوں پیارا ہے؟

(۱)

مسیحی مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے کہ:

یہ محبت کا مذہب ہے

اتنی بات تو سب جانتے ہیں کہ خدا نے انسان کو مدنی بالطبع پیدا کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر دنیا میں صرف ایک ہی نسان ہوتا اوراس کے معاون اور مددگار نہ ہوتے۔ تو وہ تنہا رہ کر ہرگز اپنی ہستی کو قائم نہ رکھ سکتا۔ کیونکہ انسان کو اپنی ہستی یا زندگی قائم رکھنے کے لئے بہت سی ایسی باتوں کی ضرورت ہے۔ جن کو حاصل کئے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ مثلاً اپنی جسمانی طاقت کے قائم اور تازہ رکھنے کے لئے اس کو بدل ما یتحلل یعنی خوراک کی ضرورت ہے۔ اس کو جان اورمال کی حفاظت کے لئے مکان کی ضرورت ہے۔ یہ ایسی ضروریات اور حوائج ہیں۔ کہ اگر انسان کو عمر نوح بھی مل جائے۔ تب بھی وہ تن تنہا رہ کر اپنی ضروریات کوحاصل نہیں کرسکتا۔ اس لئے خدا نے انسان کو اس طرح پیدا کیا۔ کہ وہ تنہا نہیں بلکہ اپنے ابنائے جنس کے ساتھ مل کر ایک

مددگار اور معاون کے طور پر رہے۔ اسی اجتماع حالت کا نام تمدن ہے۔ اور چونکہ انسان مدنی بالطبع پیدا ہوا ہے۔ اس لئے بجائے تنہا رہنے کے وہ دوسرے انسان کے پاس رہنے کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

انسان گاؤں، قصبوں اور شہروں میں اس لئے بسنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے۔ کہ میں ایک حالت پر قائم نہیں رہ سکتا ہوں۔ اگر آج میں سالم الاعضا ہوں۔ ممکن ہے کہ کل بے دست وپا ہوجاؤں اگر آج میں جوان اور زورآور ہوں۔ ممکن ہے کہ چند دنوں کے بعد پیر فرتوت اور ناتواں ہوجاؤں۔ گو آج دولت مند او رامیر ہوں۔ لیکن بہت ہی ناممکن ہے کہ کل میں دمڑی دمڑی کا محتاج ہوجاؤں اور دوسروں کا دست نگر بن جاؤں۔ اس لئے مجھ کو ایسے مددگار کی ضرورت ہے۔ جو اس قسم کے مصائب میں میری مدد کرے۔ اس فطری اصول کو مدِ نظر رکھ کر ہمارے منجی نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ " تو اپنے پڑوسی کو اپنی مانند پیار کر"۔ پڑوسی سے یہ مراد نہیں کہ جس کی دیوار ہماری دیوار سے ملی ہوئی ہو۔ بلکہ اس سے مراد وہ نسلی اور جنسی اشتراک ہے۔ جو تمام بنی نوع انسان پر شامل ہے۔ یعنی جہاں کھیں کوئی انسان کسی مصیبت یا آفت میں مبتلا ہو۔ تو ہر ایک مسیحی پر یہ فرض ہے۔ کہ وہ اس مصیبت زدہ وآفت رسید شخص کی مصیبت وآفت کو بعینہ اپنی مصیبت، آفت اور تکلیف سمجھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ایک انسان دوسرے انسان کی تکالیف کو اپنی تکالیف تصور کرے۔ تو اس کے ساتھ وہی سلوک کریگا جو وہ اپنے ساتھ کرنا چاہتا تھا۔ ایک جگہ اور ہمارے منجی نے اس محبتانہ سلوک کو نہایت توضیح کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ کہ " جو تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں۔ تم بھی ان کے ساتھ وہی کرو"۔ اسی فقرہ کو سعدی علیہ الرحمۃ نے یوں بیان کیا ہے۔ کہ آنچہ بہ خود نہ پسندی بدیگراں پسند۔

مقدس پولوس اس محبتانہ سلوک کی نسبت فرماتے ہیں کہ:

" ساری شریعت پر ایک ہی بات سے پورا عمل ہوجاتا ہے۔ یعنی اس سے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ"(گلتیوں ۵: ۱۵)۔

مواخات

ہمارے منجی نے نہ صرف ہمیں یہ تعلیم دی ہے۔ کہ ہم دوسروں کے ساتھ محبتانہ سلوک کریں۔ بلکہ ہمیں یہ بھی بتلادیا ہے کہ تم دوسرے انسانوں کے ساتھ ہرگز محبتانہ سلوک نہ کرسکوگے۔ جب تک تم یقین نہ کرو کہ ایک انسان دوسرے انسان کا نہ صرف ہم جنس ہے۔ بلکہ ایک دوسرے کا بھائی ہے۔ چنانچہ آپ نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ تم خدا کو یوں خطاب کرو۔ کہ " اے باپ " جب انسان یقین کرتا ہے۔ کہ خدا ہمارا باپ ہے تو لازماً یہ یقین کریگا۔ کہ ہم سب خدا کے فرزند ہیں۔ اور جب ہم خدا کے فرزند ہوئے تو یقیناً ایک دوسرے کے بھائی ٹھہرے۔ جب ہم ایک دوسرے کے بھائی ٹھہرے تو ایک خاندان کے مختلف افراد ہوئے۔ اور ایسے افراد جنہیں اُخوت یعنی برادری کی نسبت اور تعلق ہے۔ جب ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا بھائی

سمجھنے لگتا ہے۔ تو اس کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہے۔ جو ایک نیک بخت بھائی اپنے دوسرے بھائی کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے منجی نے ہمیں یہ تاکید فرمائی ہے۔ کہ چونکہ تم خدا کے فرزند اور ایک خاندان کے افراد ہو۔ اس لئے ہر قسم کے بغض وعداوت اور کینہ توزی سے پرہیز کرو۔

"اگر کوئی تم پر لعنت کرے تو تم اس کے لئے برکت چاہو۔ اگر کوئی تمہارے گال پر طمانچہ مارے تو تم دوسری اس کی طرف پھیر دو"۔

یعنی اگر کوئی تمہیں ایذا پہنچائے اور ستائے تو تم خوشی کے ساتھ اس کی برداشت کرو۔ اور ہرگز انتقام لینے کی یا نقصان پہنچانے کی کوشش مت کرو۔

چنانچہ خود ہمارے منجی نے عملاً ہمیں یہ بتلایا۔ کہ کس طرح ایک مسیحی کو دوسروں کے ساتھ محبتانہ برتاؤ کرنا مناسب ہے۔ جب آپ کو آپ کے خون کے پیاسے یہودیوں نے رومی گورنر کے ہاتھ گرفتار کروایا۔ اور آپ کو ایسی ایسی تکلیفیں اور ایذائیں دی گئیں کہ جن کے بیان کرنے سے زبان اور قلم یکسر قاصر ہیں اور بالآخر آپ کو بے انتہا تکلیف کے ساتھ صلیب پر چڑھایا۔ تو اس وقت عین ایسی تکالیف میں جن کو کوئی انسان برداشت نہیں کرسکتا۔ آپ نے یہ فرمایا کہ:

"اے باپ ان کو معاف کر۔ کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں (لوقا ۲۳: ۳۴)۔

الغرض چونکہ مسیحی مذہب کی یہ تعلیم ہے۔ کہ ہم سب خدا کے فرزند ہیں ۔ اس لئے مسیحیت میں کوئی اعلیٰ وادنیٰ ،آزاد، اور غلام نہیں۔ بلکہ یہ حیثیت انسان ہونے کے اور اسکے تمام لوازمات کے ہم سب یکساں اور ایک دوسرے کے برابر اور برادر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحیت کسی انسان کو دوسرے انسان پر فوقیت اور برتری کے دعویٰ کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ چنانچہ مقدس پولوس لکھتے ہیں کہ:

" خدا نے دنیا کے کمزوروں کو چن لیا۔ کہ زور آوروں کو شرمندہ کرے اور خدا نے دنیا کے کمینوں اور حقیروں کو بلکہ بے وجودوں کو چن لیا کہ وجودوں کو نیست کرے ۔ تاکہ کوئی بشر خدا کے سامنے فخر نہ کرے"(۱ کرنتھیوں ۲۷: ۲۸)۔

(۲)

مسیحی مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے:

کہ یہ انسان کو خدا کے ساتھ ملاتا ہے اور ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہی ہے۔ کہ وہ ایک لمحہ کے لئے اپنے خالق اورمالک کی حضوری اور پرتو سے دور نہ رہے۔

نجات

انسان کی فطرت میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب وہ کسی اچھی چیز کو دیکھ لیتا ہے ۔ تواس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوجاتی ہے۔ کہ وہ اس چیز کے بنانے والے یا کاریگر کو بھی دیکھ لے۔ مثلاً اگر آپ کسی اچھی تصویر کو دیکھ لیں۔ تو فی الفور آپ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگی کہ کاش میں اس تصویر کے بنانے والے کو بھی دیکھ لیتا اوراس کے ہاتھ چوم لیتا۔ جس نے ایسی اچھی تصویر بنائی۔ اسی طرح جب ہم خدا کی مخلوقات اور ان کے نظام اور ترتیب کودیکھتے ہیں اور بالخصوص جب انسان اوراس کے قویٰ پر غور کرتے ہیں ۔ توہمارے دل میں خودبخود یہ خواہش اور تمنا پیدا ہوجاتی ہے۔ کہ کاش ہم اپنے خالق اورمالک کو بھی دیکھ لیتے۔

اس کی صحبت اور فیضان سے مستفید ہوتے۔ اور اس کے نورانی جلال میں مگن رہتے ۔ لیکن افسوس اور صدا افسوس کہ ہماری یہ تمنا پوری ہوتی نظر نہیں آتی ۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے اس وصلِ الہٰی کے مختلف طریقے بتلائے ہیں ۔ جن کو ہم مذہب کہتے ہیں ۔ لیکن پھر بھی تشنگانِ معرفت کی پیاس نہیں بجھتی اورہم اپنے مالک کے وصال سے ویسے ہی دور رہتے ہیں۔ جس طرح کہ روزِاول میں دور تھے ۔ آخر کیوں ؟

اس لئے کہ خدا نور ہے اور سراپا پاک ہے۔ اس لئے کوئی ظلمت آگین گنہگار اورناپاک انسان خدا کے حضور ٹھہر نہیں سکتا ہے۔ اور نہ خدا کے ساتھ قربت اور مواصلت پیدا کرسکتاہے۔اگر ہم انسان کے قویٰ کو تحلیل اور تجزیہ کرکے دیکھیں تومعلوم ہوجائیگا کہ انسان میں بہت سی قوتیں ہیں۔ جن کا علیحدہ علیحدہ میدانِ عمل ہے۔ انہی قویٰ کو عالمانِ علم اخلاق نے تین بڑی شاخوں میں تقسیم کیاہے۔ یعنی قوت شہوانی، قوت غضبی اور قوت ملکی میں۔ ان تین قوتوں میں سے پہلی دوقوتوں کا تعلق انسان کی دنیاوی خواہشات اورجذبات کے ساتھ ہے۔ صرف آخری قوت کا تعلق انسان کی روحانی نشوونما کےساتھ ہے۔ یہی سبب ہے کہ انسان کے دل میں جب نیکی کرنے کا ارادہ پیدا ہوتاہے تو باقی دو قوتیں اس کے ارادہ میں مزاحم ہوتی ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ وہ نیکی کرے ۔ بدی اور مصیبت میں گرفتار ہوجاتاہے۔ انسان توبہت ہی چاہتاہے کہ وہ خدا کے ساتھ ربط وضبط پیدا کرے۔ خدا کے دیدار سے مشرف ہوجائے۔ لیکن یہ مخالف اور سرکش قوتیں اس کے دل پر گناہوں کا پردہ ڈال کراس کو خدا کے وصل سے محروم رکھتی ہیں۔

پس جب تک یہ قوتیں اپنے کمال میں ہیں۔ اس وقت تک ممکن نہیں کہ انسان گناہوں سے رہائی حاصل کرسکے۔ پس انسان کا گناہ سے بچنے اور خدا سے ملنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قوت ملکی کو طاقت پہنچائی جائے۔تاکہ قوتِ ملکی اپنے حریف اور مخالف قویٰ پر غالب آکر ان کی مزاحمت کو پاش پاش کردے۔ چنانچہ ہمارے منجی نے سب سے اول یہی کام کیا۔ وہ اپنے ایماندار بندوں کے دلوں کو روح القدس سے معمور کرتے ہیں۔ اور

روح القدس سے معمور کرتے ہیں ۔ اور روح القدس کا کام ہی یہی ہے۔ کہ وہ قوتِ ملکی کو الہیٰ اور آسمانی طاقت سے بھر دیتا ہے ۔ جب قوتِ ملکی کا تعلق روح القدس کے ساتھ مستحکم ہوجاتاہے۔ تب وہ ترقی کرتی جاتی ہے ۔ اور روح القدس کے ساتھ مستحکم ہوجاتاہے۔ تب وہ ترقی کرتی جاتی ہے۔ اور روح القدس کے فیض سے اس قدر قوت حاصل کرتی جاتی ہے ۔ کہ باقی قویٰ پر نہ صرف غالب آجاتی ہے ۔ بلکہ باقی قویٰ کا وجود اس کے بالمقابل ایساہی معدوم ہوجاتاہے۔ جس طرح آفتابِ عالمتاب کی درخشانی کے سامنے کرمکِ شب تاب۔

جب انسان اس روحانی درجہ تک پہنچ جاتاہے ۔ تب وہ اپنے آپ میں ایک زبردست الہیٰ طاقت پاکر اپنی خواہشات اورجذبات پر غالب آجاتاہے ۔ اس وقت اس کی زندگی خدا کی فرمانبرداری ہوتی ہے۔اوراس کی موت خدا کی نافرمانی ۔ اس لئے وہ گناہوں سے متنفر ہوجاتاہے ۔ اورخدا کی رضاجوئی میں شب وروز مشغول اورمنہمک رہتاہے۔ اس انقلابِ عظیم کو مسیحیت میں نئی زندگی کہتےہیں۔ چنانچہ ہمارے منجی فرماتےہیں کہ :

" میں تجھ سے سچ سچ کہتاہوں کہ جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو۔ وہ خدا کی بادشاہت کو دیکھ نہیں سکتا"(یوحنا۳: ۲)۔

جب یہ نئی زندگی انسان کو مل جاتی ہے تواس میں اور خدا میں جو جدائی کا پردہ حائل تھا۔ پھٹ جاتاہے ۔ عبد اور معبود ، خالق اور مخلوق میں ازسرِ نوعاشقانہ اور معشوقانہ روابط وضوابط ہوجاتےہیں ۔ اور براہِ راست خدا سے فیض کرتا رہتاہے ۔ اور اس کے عرفان اور دیدار میں مست والست رہا کرتاہے۔ چونکہ مسیحی مذہب انسان کو خدا کے ساتھ پھر ملاتاہے ۔ اس لئے میرا مذہب مجھے پیارا ہے۔

(۳)

مسیحی مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے :

خداشناسی

کہ وہ انسان کے سامنے خدا کی ذات اوراسکی صفات کو اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتاہے ۔ کہ جس سے ہر ایک انسان کو پورا اطمینان اور کامل یقین حاصل ہوتاہے۔ چنانچہ ہر شخص کے دل میں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتاہے کہ" خدا کیا ہے"؟اس سوال کا تسلی بخش جواب مسیحی مذہب دیتاہے کہ" خداروح ہے"۔ خدا محبت ہے"۔ لفظ روح کا صحیح مفہوم بائبل مقدس کی رو سے یہ ہے کہ خدا ایک ایسی اعلیٰ ہستی ہے جوازخود ہے۔ نہ تواس کو کسی نے پیدا کیا ہے۔ اور نہ وہ کسی چیز کے سہارے پر قائم ہے۔ نہ وہ کسی کا محتاج ہے ۔ بلکہ ازل سے ہے اورابد تک رہیگا۔

خدا کی صفات

مسیحی مذہب ہمیں صرف خدا کی ذات ہی نہیں بتلاتا۔ بلکہ یہ بھی نہایت وضاحت کے ساتھ بتلاتاہے کہ خدا کن صفات سے متصف ہے۔ چنانچہ بائبل مقدس میں لکھاہے کہ:

" خدانے ابتدامیں زمین وآسمان کوپیدا کیا" (پیدائش ۱: ۱)۔

اس میں یہ فرمایاکہ وہ خالق ہے۔ یعنی تمام دیدنی ونادیدنی مخلوقات کو اس نے خلق کیاہے۔ بائبل مقدس نے سب سے اول خدا کی اس صفت کو اس لئے پیش کیاہے۔ کہ ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح ہوجائے۔ جو اپنی ہستی پر اتراتے ہیں اور ملحدانہ عقائد کی پیروی کرکے ایک اعلیٰ ہستی کے آگے دعا اور التجا کرنے کواپنی بے عزتی سمجھتے ہیں۔ یاخدا کو تومانتے ہیں۔ لیکن اس کوایک تنکے کا خالق بھی نہیں مانتے۔ پس تاوقتیکہ ہم خدا کو حقیقی معنوں میں خالق نہ مان لیں۔ اس وقت تک نہ تو ہم اس کی عبادت کرسکتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرسکتے ہیں۔ پھر اس سوال کا کہ" کتنے خداہیں ؟ بائبل مقدس یہ جواب دیتی ہے کہ:

" سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے"(استثنا ۶: ۴)۔

یعنی دوسری صفت یہ بتلائی کہ خدا ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک وسا جھی نہیں۔ وہ اپنی ذات وصفات میں وحدہ لاشریک ہے۔ پھر خدا کی تیسری صفت یہ بتائی ہے۔ کہ وہ ازلی وابدی خدا ہے۔ چنانچہ لکھاہے کہ:

" یارب پشت درپشت توہی ہماری پناہ گا رہاہے۔ اس سے پیشتر کہ پہاڑ پیدا ہوئے یازمین اور دنیا کو تونے بنایا۔ ازلی وابدی خدا ہے۔ازل سے ابد تک توہی خداہے"(زبور ۹۰: ۱، ۲)۔

خدا کی وحدانیت جس زور کے ساتھ بائبل مقدس ہمیں سکھاتی ہے۔ اس اس کا مقابلہ کوئی دوسری کتاب نہیں کرسکتی۔ حضرت موسیٰ کی معرفت جودس احکام خدانے دیئےہیں۔ اس میں پہلا حکم یہ ہے کہ:

" خداوند تیرا خدا میں ہوں۔ میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا"(خروج ۲۰: ۲)خدا کی وحدانیت پر بائبل مقدس میں ہزار سے زائد آئتیں موجود ہیں۔ لیکن جس وحدت کو بائبل مقدس پیش کرتی ہے۔ یہ وہ وحدت نہیں ہے۔ جو فرضی وحدت ہو۔

بائبل مقدس خدا کی چوتھی صفت یہ بتاتی ہے کہ وہ ہمہ جا حاضر وناظر ہے۔ چنانچہ زبور نویس فرماتےہیں کہ:

" اگر آسمان پر چڑھ جاؤں تو تو وہاں ہے۔ اگر میں پاتال میں بستر بچھاؤں تودیکھو! تودیکھ! تووہاں بھی ہے۔ اگر میں صبح کے پر لگا کر سمندر کی انتہا میں جا بسوں۔ تووہاں بھی تیرا ہاتھ میری رہنمائی کرے گا۔--- اندھیرا

بھی تجھ سے چھپا نہیں سکتا ۔ بلکہ رات بھی دن کی مانند روشن ہے۔ اندھیرا اوراجالادونوں یکساں ہیں"(زبور ۱۳۹: ۸-۱۲)۔

بائبل مقدس بتاتی ہے۔ کہ خدا قادر مطلق ہے ۔ چنانچہ لکھاہے کہ " یہ آدمیوں سے تو نہیں ہوسکتا۔ مگر خدا سے سب کچھ ہوسکتاہے (متی ۱۹: ۲۶)۔

پھر لکھاہے کہ:

" اور خداوند ہمارا قادر مطلق بادشاہی کرتاہے"(مکاشفات ۱۹: ۶)

نیز لکھاہے کہ:

" خداوند خدائے رحیم اورمہربان قہر کرنے میں دھیما اور شفقت اور وفامیں غنی ۔ ہزاروں پر فضل کرنے والا گناہ اور تقصیر اور خطا کا بخشنے والا۔ لیکن وہ مجرم کو ہر گز بری نہیں کریگا۔ بلکہ باپ دادا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتاہے"(خروج ۳۴: ۶تا۷)۔

اس میں خدا کو رحیم ، مہربان، فیض دوز کارب ۔ بخشندہ عادل اور قہار بتلایاہے۔ زبور ۹۰ میں خدا کا لاتبدیل اور زبور ۸: ۱ میں خدا کو پروردگار کہا ہے۔

پھر یسعیاہ ۴۶: ۹تا ۱۱ میں لکھاہے۔ کہ

" میں خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں۔ میں خدا ہوں۔ اور مجھ سا کوئی نہیں جو ابتدا ہی سے انجام کی خبر دیتاہے اور ایام قدیم سے وہ باتیں جواب تک وقوع میں نہیں آئیں بتاتا ہوں-----میں اپنی ساری مرضی پوری کرونگا---۔ میں نے اس کا ارادہ کیا۔ اور میں ہی اس کو پورا کرونگا"۔

ان آیات میں خدا کو وحدہ لاشریک ، بے مثل ، ازلی ، ابدی، عالم الغیب ، قادر مطلق اورصاحب ارادہ کہاہے۔ عالم الغیب کے معنی یہ ہیں کہ خدا ان تمام باتوں کو جواس وقت تک واقع نہیں ہوئی ہیں خوب جانتاہے۔ خدا کی صفت کی صداقت اس امر پر موقوف ہے۔ کہ اس کے کلام میں پیشگوئیاں ہوں۔ اور وہ پیشگوئیاں اسی طرح واقع ہوتی جائیں جس طرح کہ ان کی ترتیب کا اقتضا ہے۔ بائبل مقدس میں قریباً چھ سو پیشگوئیاں ہیں۔ جن میں سے سب اپنے اپنے موقع پر پوری ہورہی ہیں۔اورآئندہ پوری ہو کر رہینگی۔ مثلاً ابراہیم کی نسل کے بڑھ جانے کی بنی اسرائیل کے مصر میں جانے اور واپس آنے کی ۔ بنی اسرائیل کی اسیری اورا ن کی رہائی کی پیشگوئیاں ۔ بابل کی بربادی اورسکندر کی فتح مندی وغیرہ کی پیشین گوئیاں ۔ اورہمارے منجئی کے متعلق ۵۴ پیشینگوئیاں ہیں۔ جو لفظ بلفظ پوری ہوئیں۔ پس مسیحیت کیاہے۔ وہ خدا شناسی کا منبع اور مخزن ہے۔

ثبوت وجودِ خالق

مسیحی مذہب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ خدا کا وجود جبراً منوانا نہیں چاہتا ہے۔ بلکہ خدا کے وجود کے لئے سینکڑوں دلائل پیش کرتاہے۔ کسی

شے کی ہستی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ یعنی انی ولمی۔ انی کے معنے یہ ہیں کہ بنائی ہوئی چیزوں سے بنانے والے کا وجود ثابت کرنا۔ مثلاً کہیں آگ جل رہی ہو اور آپ دور ہوں تو دھوئیں کو دیکھ کر آپ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہاں آگ جل رہی ہے یا کسی تصویر کو دیکھ کر آپ فی الفور اس کا یقین کرینگے۔ کہ یہ تصویر خود بخود نہیں بنی ہے۔ بلکہ اس کا کوئی بنانے والا ضرور ہے۔یہی سیدھا راستہ ہے جو خدا کی ہستی سمجھانے کے لئے بائبل مقدس نے اختیار کیا ہے۔رومی اور یونانی بُت پرتھے۔ اوران کو اپنے علم اور فلسفہ پر بڑا ناز تھا۔ مقدس پولوس ان کو لکھتے ہیں کہ:

" خدا کی اندیکھی صفتیں یعنی ازلی قدرت اور الوہیت دنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے معلوم ہو کر صاف نظر آتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو کچھ عذر باقی نہیں"(رومیوں ۱: ۲۰)۔

"حضرت داؤد اجرام سماوی سے خدا کا ثبوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ" آسمان خدا کا جلال ظاہر کرتا ہے اور فضا اس کی دستکاری دکھاتی ہے۔ دن سے دن بات کرتا ہے اور رات کو رات حکمت سکھاتی ہے۔ نہ بولنا ہے نہ کلام۔ نہ ان کی آواز سنائی دیتی ہے۔ ان کا سُر ساری زمین پر اور ان کا کلام دنیا کی انتہا تک پہنچا ہے۔ اس نے آفتاب کے لئے ان میں خیمہ لگایا ہے۔ جو دلہے کی مانند اپنے خلوت خانے سے نکلتا ہے۔ اور پہلو ان کی طرح اپنی دوڑ میں دوڑنے کو خوش ہوتا ہے۔ وہ آسمان کی انتہا سے نکلتا ہے۔ اور اس کی گشت اس کے دوسرے کناروں تک ہوتی ہے"(زبور ۹: ۱ تا ۶)۔

یعنی آسمان، فضا، دن، رات، آفتاب اورا سکے اثرات سے خدا کا وجود ثابت ہے۔ کہ یقیناً ان کا کوئی بنانے والا ہے۔

اسی طرح حضرت ایوب بھی مصنوعات اور مخلوقات کو پیش کرکے خدا کے وجود کا ثبوت دیتے ہیں۔ کہ:

" وہ (خدا) پہاڑ کو ہٹا دیتا ہے اورا نہیں پتہ بھی نہیں لگتا۔ وہ اپنے قہر میں انہیں الٹ دیتا ہے۔ وہ زمین کو اس کی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔ اور اس کے ستون کانپنے لگتے ہیں۔ وہ آفتاب کو حکم کرتا ہے۔ اور وہ طلوع نہیں ہوتا۔--- اس نے بنا النعش اور دبار اور ثُریا اور جنوب کے بُرجوں کو بنایا۔---- اور بے شمار عجائب کرتا ہے"(ایوب ۹: ۵ تا ۱۰)۔

یعنی وہ پہاڑوں، اجرام سماوی، آفتاب، ماہتاب، سیارگان، سمندر اوراس کی لہروں، بنات النعش اور عجائبات بُرج جبار وغیرہ کو پیش کرکے کہتے ہیں کہ بتاؤ یہ کس نے بنائے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دنیا ومافیہا کا ایک خالق ضرور ہے۔ جس کا کوئی ساجھی نہیں۔ وہ اپنی ذات وصفات میں کسی کا محتاج اور دست نگر نہیں ہے۔

نتیجہ

ان تمام دلائل عقلیہ کے بعد بائبل مقدس کہتی ہے کہ:

" احمق کہتاہے کہ خدا نہیں ہے"(زبور ۱۴ : ۱۰)۔

جو شخص یہ تمام صفات ولوازمات قانون فطرت کے انتظامات ترتیب وبندوبست کو دیکھ کر بھی یہ کہتاہے کہ " خدا نہیں ، وہ احمق ہے۔ خود مخلوقات خدا کی ذات پر گواہی دے رہی ہے ۔ پس بائبل مقدس حقیقی معنوں میں خدا شناسی کا منبع ہے۔ اور عجیب فلسفیانہ طور پر عرفانِ الہیٰ کی تعلیم دیتی ہے۔

(۴)

مسیحی مذہب مجھے اس لئے پیارا ہے:

انسانی قدرومنزلت

کہ وہ انسان کو ایک معمول اور پس پاافتادہ مخلوق نہیں ۔ بلکہ اس کو اشراف المخلوقات اور الہیٰ پر تو کا عکس بتلاتاہے۔ چنانچہ لکھاہے ۔ کہ:

" خدانے انسان کواپنی صورت پرپیدا کیا"۔(پیدائش ۱ : ۲۷)۔

اس سے یہ مطلب نہیں کہ خدا مجسم ہے۔ بلکہ یہ کہ جو صفات خدا میں حقیقی طور پر پائی جاتی ہیں۔ وہ ظلی طور پرانسان میں موجودہیں یعنی انسان میں عقل ، فراست ، سماعت ، بصارت وغیرہ جتنی اچھی صفات ہیں۔ وہ خدا کی صفات کے عکس ہیں۔ انسان خدا کی صفات کا آئینہ ہے۔ انسان دیکھتاہے اور خیال کرتاہے ۔ کہ میرا بنانے والامجھے بہتر دیکھتاہے۔ انسان سنتاہے۔ وہ خیال کرتاہے ۔ کہ میرا خالق ضرور مجھ سے بہتر سنتاہے۔ مجھ میں زندگی ہے۔ مگر میرے صانع میں مکمل ترین زندگی۔ صرف یہی نہیں بلکہ خدانے سطح زمین کی ہر ایک چیز پرانسان ہی کوحکومت کرنے کا اختیار دیاہے۔ کہ:

پھلو، اور بڑھواور زمین کو معمور ومحکوم کرو۔ اور سمندر کی مچھلیوں او رہوا کے پرندوں اور کل جانوروں پر جوزمین پرچلتے ہیں اختیار رکھو"(پیدائش ۱ : ۲۸)۔

گویا کہ انسان اس کرہ زمین پر خدا کا خلیفہ اور نائب ہے۔

مسیحی مذہب معاشرت ، سیاست اور تمدن کی انتہائی تعلیم دیتاہے۔ جس کا مغزا اور اصول متی کی انجیل پانچویں باب سے ساتویں باب کے آخر تک مرقوم ہے۔ معاشرت کے اصول وہ بتاتے ئے ۔ کہ دنیا اس سے آگے جاہی نہیں سکتی ۔ بتایا کہ جھگڑوں اور فسادوں کوروک دو اور بہترین اصول اس کے لئے یہ قرار دیا کہ:

جو تم چاہتے ہو۔ کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں۔ تم بھی ان سے وہی کرو"

پھر ایک اور آیت نے اس کو موکد کردیا۔ کہ ہر انسان تمہارا بھائی ہے۔ ان سے وہی سلوک کروجو بھائیوں پر فرض ہے۔ دشمنوں کے معاملہ میں کہا۔ کہ ان سے انتقام ہر گز مت لو۔ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری بھی اسکے آگے پھیردو۔ یعنی ظلم سہو لیکن ظلم مت کرو۔

اعمال اور نیت

مسیحی مذہب کا کمال یہ ہے کہ ہر ایک کام میں نیت کو ملحوظ رکھاہے۔ کیونکہ اگر نیت صاف نہیں تو افعال صاف نہیں رہ سکتے ہیں۔ چنانچہ لکھاہے کہ:

" اگر کسی نے بُری نیت سے کسی عورت پر نظر کی تووہ اپنے دل میں اس سے زنا کرچکا"۔

نیکی کرنے کی تلقین کی اورکہا کہ:

" تم دنیا کے نمک ہو"

اور ایک جگہ کہا کہ:

" تم دنیا کے نور ہو"

یعنی تم دنیا کے لئے باعث اصلاح ہو۔ تم دوسروں کی رہبری کرو۔ اوران کے لئے نمونہ بن جاؤ، غرضیکہ مسیحی مذہب کا ایک ہی مقصد ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس کرہ زمین پرآسمانی ابوت اورانسانی اُخوت قائم کرے۔

خدا کی مرضی

مسیحی مذہب کی ایک خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہ انسان پر خدا کی مرضی ظاہر کرتاہے کہ:

" خدا کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ بلکہ یہ چاہتاہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے"(۲ پطرس ۳: ۹)۔

خدا کی محبت ہے۔ محبِ محبوب کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ خدا یہ چاہتاہے کہ۔ کہ ہر انسان اپنے بُرے خیال اور بُرے ارادہ کو چھوڑ کراس کے حضور ہمیشہ کی راحت میں ابد الآباد تک رہے۔

خلقت اور غایت

مسیحی مذہب نے دنیا کی پیدائش کی غایت بھی بتادی۔ اکثر سوال کیا جاتاہے کہ خدا نے دنیا کو کیوں پیدا کیا؟ بائبل مقدس جواب دیتی ہے کہ خدا محبت ہے۔ محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ محبوب ہو۔ محبوب کی موجودگی میں اظہارِ محبت ضروری ہے۔ خدا نےہمیں اپنا محبوب بنایا۔ یہ مت سوچو کہ خدا کو ہم سے عداوت ہے نہیں بلکہ خدا محبت ہے۔ وہ یہ چاہتاہے کہ ہم ابدی سرور میں فرشتوں کے ساتھ رہیں۔ اوراس کی حمدوثنا میں مشغول رہیں۔

كل الحقوق محفوظة